بِسمِ

انٹرنیشنل لائٹ

مئی ۲۰۲۰ء

رمضان / شوال ۱۴۴۱ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ترجمان۔

ہمارے عقاید

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

قرآن کی کسی آیت کی نہ تلاوت منسوخ ہے اور نہ حکم

حضرت مرزا غلام احمدؒ وہ مجدد تھے، جن کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

ارشد علوی

فہرست مضامین

۱: کلام امام۔ رُوح کی پیدائش (اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔۶) ۲

۲: بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام (نظم)۔ خلیفہ عبدالحکیم ۴

۳: تقریر: جلسہ سالانہ ۲۰۱۶ زاہد عزیز صاحب

حضرت مسیح موعود نے فرمایا

مردم شماری کے فارم میں لکھو 'مسلمان فرقہ احمدیہ'۔

- 'مجھے چھوڑ کر تم کون سا اسلام پیش کرو گے'۔

غیر از جماعت امام اگر کلمہ گو کو کافر کہنے والے کے کافر ہونے کا اعلان کرے تو اُس کے پیچھے نماز ادا کرو۔

- احمدی کے لئے لازمی ہے کہ ہر ماہ چندہ دے۔

جو شخص تین ماہ تک چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج ہے۔

ہر احمدی کے لئے اپنی وصیت میں جماعت کے لئے ایک حصہ چھوڑنا لازمی ہے۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام و اوقات

جمعہ-انگریزی	13:00
اتوار-اردو	09:00
اتوار-انگریزی	13:00
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی	11:00

رمضان کی نشریات (اردو اور انگریزی)

۱۹۰۰-درس القرآن (ریڈیو یوٹیوب اور فیس بک پر)

۲۲۰۰-نماز تراویح (ریڈیو پر)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ای میل: editor.TheLight@aaiil.uk

وقت تھا، وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

اسلامی اصول کی فلاسفی (قسط ۔۲)

مُرتّب:۔ ارشد علوی

رُوح کی دُوسری پیدائش اور انسان کی تدریجی ترقّی اور اسلام کی حقیقت

رُوح کی دُوسری پیدائش

اب اس وقت ہمارا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ جس قادرِ مطلق نے روح کو قدرتِ کاملہ کے ساتھ جسم میں سے ہی نکالا ہے۔ اِس کا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی دُوسری پیدائش کو بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے۔ رُوح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقُوف ہیں۔ جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں رُوح بھی بالضرور پیچھے پیچھے کھینچی چلی آتی ہے۔ اِس لئے انسان کی طبعی حالتوں کی طرف متوجہ ہونا خُدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے اِنسان کی طبعی حالتوں کی اصلاح کیلئے بہت توجہ فرمائی ہے۔ اور انسان کا ہنسنا، رونا، کھانا، پینا، پہننا، سونا، بولنا، چپ ہونا، بیوی کرنا، مجرّد رہنا، چلنا، ٹھہرنا اور ظاہری پاکیزگی غسل وغیرہ کی شرائط بجالانا اور بیماری کی حالت اور صحت کی حالت میں خاص خاص اُمور کا پابند ہونا ان سب باتوں پر ہدایتیں لکھی ہیں اور اِنسان کی جسمانی حالتوں کو رُوحانی حالتوں پر بہت ہی مؤثر قرار دیا ہے۔ اگر اِن ہدایتوں کو تفصیل سے لکھا جائے تو مَیں خیال نہیں کر سکتا کہ اِس مضمون کے سنانے کیلئے کوئی وقت کافی مِل سکے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’’اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ختم ہوگئی۔‘‘

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ’’اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

اِنسان کی تدریجی ترقّی

مَیں جب خُدا کے پاک کلام پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیونکر اُس نے اپنی تعلیموں میں انسان کو اُس کی طبعی حالتوں کی اِصلاح کے قواعد عطا فرما کر پھر آہستہ آہستہ اُوپر کی طرف کھینچا ہے اور اعلیٰ درجہ کی رُوحانی حالت تک پہنچانا چاہا ہے۔ تو مجھے یہ پُر معرفت قاعدہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اوّل خُدا نے یہ چاہا کہ انسان کو نشست برخاست اور کھانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسام معاشرت کے طریق سِکھا کر اس کو وحشیانہ طریقوں سے نجات دیوے اور حیوانات کی مشابہت سے تمیز کُلّی بخش کر ایک ادنیٰ درجہ کی اِخلاقی حالت جس کو اَدب اور شائستگی کے نام سے موسُوم کر سکتے ہیں سکھلاوے۔ پھر اِنسان کی نیچرل عادات کو جن کو دُوسرے لفظوں میں اخلاقِ رذیلہ کہہ سکتے ہیں اعتدال پر لاوے تا وہ اعتدال پا کر اخلاقِ فاضلہ کے رنگ میں آجائیں۔ مگر یہ دونوں طریقے دراصل ایک ہی ہیں۔ کیونکہ طبعی حالتوں کی اصلاح کے متعلق ہیں صرف ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ کے فرق نے اُن کو دو قِسم بنادیا ہے۔ اور اس حکیم مطلق نے اخلاق کے نظام کو ایسے طور سے پیش کیا ہے کہ جس سے اِنسان ادنیٰ خُلق سے اعلیٰ خُلق تک ترقی کر سکے۔

اِسلام کی حقیقت

اور پھر تیسرا مرحلہ ترقیات کا یہ رکھا ہے کہ اِنسان اپنے خالق حقیقی کی محبت اور رضا میں محو ہو جائے اور سب وجود اُس کا خُدا کیلئے ہو جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کو یاد دِلانے کیلئے مسلمانوں کے دین کا نام اِسلام رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اِسلام اس بات کو کہتے ہیں کہ بکُلّی خُدا کے لئے ہو جانا اور اپنا کچھ باقی نہ رکھنا۔ جیسا کہ اللہ جلّ جلالہ فرماتا ہے۔ بَلٰي ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ١١٢ (البقرة:١١٢) قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ(الانعام:١٦٢،١٦٣) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام:١٥٣)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:۳۱) ترجمہ: یعنی نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خُدا کیلئے اور خُدا کی راہ میں قربانی کی طرح رکھ دے۔ اور نہ صرف نیّت سے بلکہ نیک کاموں سے اپنے صِدق کو دکھلاوے۔ جو شخص ایسا کرے اس کا بدلہ خُدا کے نزدیک مُقرر ہو چکا ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اُس خُدا کیلئے ہے جس کی رُبوبیّت تمام چیزوں پر محیط ہے کوئی چیز اور کوئی شخص اُس کا شریک نہیں۔ اور مخلوق کو کسی قسم کی شراکت اُس کے ساتھ نہیں۔ مجھے یہی حکم ہے کہ مَیں ایسا کروں اور اِسلام کے مفہوم پر قائم ہونے والا یعنی خُدا کی راہ میں اپنے وجود کی قربانی دینے والا سب سے اوّل مَیں ہوں۔ یہ میری راہ ہے سو آئو میری راہ اختیار کرو اور اِس کے مخالف کوئی راہ اختیار نہ کرو کہ خُدا سے دُور جا پڑو گے۔ اُن کو کہہ دے کہ اگر خُدا سے پیار کرتے ہو تو آئو میرے پیچھے ہو لو۔ اور میری راہ پر چلو تا خُدا بھی تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو بخشندہ اور رحیم ہے۔

(فہرست مضامین)

یکم فروری ۱۹۲۲ء

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

(از خلیفہ عبدالحکیم صاحب خوشنویس)

اے فاتحانِ مغرب صد شکر ہے خدا کا۔ آئے ہو توڑ کر تم وہ بت کدہ جفا کا
اسلام پر تھے جس کے جور وستم نمایاں۔ سکہ بٹھایا ان پہ کیا دین مجتبیٰؐ کا
جن کے گلُو میں زہر تثلیث کا تھا مہلک۔ شربت انہیں پلایا ہے عسل باصفا کا
لے آشتی کا پرچم مشرق سے تم جو نکلے۔ مغرب میں جاکے تم نے گاڑا علم ہدا کا

گنجینہ ہدایت مہدی سے تم نے پایا۔ ہے غریبوں کو بانٹا وہ مخزن عطا کا

توحید کا عمامہ ان کے سروں پہ باندھا۔ زیب تن اُن کے جامہ پہنایا اقتدا کا

تثلیث کی وہاں پہ وہ دھجیاں اڑائیں۔ زندہ رہا نہ بیٹا کہتے تھے جو خُدا کا

مادہ پرست کا ملِ اسلام کے فدائی۔ نہ جابروں کا ڈر ہے نہ خوف اقربا کا

دینِ متین پہ عاشق توحید کے ہیں شیدا۔ اُن کے دلوں پہ جلوہ ہے شمس پر ضیا کا

درسِ مسیح سے جس نے سیکھا ہے سبق عرفاں۔ سارے جہاں کا ہے وہ استاد کیمیا کا

تو ہے رحیم و رحمٰن، غفار ذوالکرم ہے۔ رحمت کا ابر برسے مولیٰ تری رضا کا

(فہرست مضامین)

تقریر: جلسہ سالانہ ۲۰۱۶

ڈاکٹر زاہد عزیز

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَکْتُمُوْنَہٗ۫ فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَ اشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۳:۱۸۷

یہ جس آیت کو میں نے پڑھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے اقرار لیا جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ کہ ضرور تم اس کو لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرو گے۔ اور اسے نہیں چھپاؤ گے پھر انہوں نے اس کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی سو کیا ہی برا ہے جو وہ لیتے ہیں۔ اور دوسری مختصر آیت میں یہ پڑھوں گا۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ہٰذَا الْقُرْاٰنَ مَہْجُوْرًا۔(۲۵: ۳۰)

اگر آپ نے اس موجودہ زمانہ میں قرآن کریم کا ترجمہ لینا ہو مثلاً اُردو یا انگریزی میں تو دکانوں میں، انٹرنیٹ پر، وغیرہ، آپ کو متعدد ترجمے آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر آج سے سو سال پہلے یہ اتنا آسان کام نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی اکثریت کو، جو برصغیر ہندوپاک میں رہتے تھے۔ ان کی یہ خواہش ہی نہیں تھی۔ وہ قرآن کریم کا کتابی صورت میں ادب و احترام کرنا یا اس کی عربی میں تلاوت کرنے یا سننے کو کافی سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ قرآن کریم ان کے لئے ایک کھلی نہیں بلکہ بند کتاب تھی۔ وہ قرآن کی تعلیمات اور اس میں سکھائے ہوئے اخلاق سے ناآشنا تھے۔ قرآن کی تعلیمات کے متعلق بہت سی غلط باتیں پھیلی ہوئی تھیں لیکن ہمارے علماء تک میں بہت کم لوگ تھے جو خود قرآن میں سے تصدیق کر سکتے کہ کیا چیز غلط ہے اور کیا چیز درست ہے۔ نہ ہی وہ مخالفین اسلام کے قرآن مجید پر اعتراضات کے جواب دے سکتے تھے اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اسلام کے مغربی معترضین کا قرآن کے متعلق علم ہمارے علماء سے زیادہ تھا! قرآن کریم کے تین انگریزی ترجمے انگریزوں کے کئے ہوئے موجود تھے جو کہ ۱۷۳۴، ۱۸۶۱ اور ۱۸۸۰ میں شائع ہوئے تھے اور جن کا مقصد یہ تھا کہ عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں اسلام پر اعتراضات فراہم کر دئے جائیں، جو کہ ان مصنفین نے اپنے نوٹس (حواشی) اور انٹروڈکشن (مقدمہِ کتاب) میں شامل کئے ہوئے تھے۔ دوسری طرف ہمارے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہوا تھا کہ قرآن کریم کا عربی سے کسی دیگر زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنا اسلام کے مطابق ممنوع اور حرام ہے۔

جو آیات میں نے شروع میں پڑھیں وہ مسلمانوں اور ان کے دینی علماء پر چسپاں ہوتی ہیں۔

"اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو مہجور (یعنی چھوڑی ہوئی چیز) بنا رکھا ہے" اور ۳:۱۸۷ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جنہیں کتاب دی ان سے اقرار لیا کہ اس کو لوگوں میں بیان کرتے رہو گے اور نہ چھپاؤ گے مگر انہوں نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی۔ تھوڑی سی قیمت سے مراد ہے کوئی دنیاوی فائدہ، مثلاً پیسہ لے کر کسی کی مرضی کے مطابق کا فتویٰ دے دینا یا لیڈری اور اقتدار کی خاطر قرآن کی تعلیم کو عمداً اپنے اغراض کی خاطر مسخ کر کے پیش کرنا۔

یہ پس منظر تھا جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا تجدید دین کا مشن قائم کیا۔ آپ اپنی کتاب 'کشتی نوح' میں فرماتے ہیں:

"اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو

عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن"۔(صفحہ ۱۳)

"سوتم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا الخیر کلہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔۔۔۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"(صفحہ ۲۴)

مسلمانوں نے گھروں میں تو قرآن کریم کو سب سے اوپر والی جگہ رکھا ہوا تھا لیکن اپنے عقائد، اعمال، اخلاق اور اقدار کے لحاظ سے اس کو سب سے نیچے کیا ہوا تھا۔ ہر دوسری چیز اس پر حاوی کی ہوئی تھی۔ قرآن کی پرانی تفسیریں اس پر حاوی، احادیث اور فقہ اس پر حاوی، قصے کہانیاں اس پر حاوی، ہر قسم کا رسم و رواج اس پر حاوی، قرآن کا کام یہ تھا کہ مثلاً تقریب رخصتی کے وقت اس کو دولہا دلہن کے سروں سے بلند اٹھایا جائے لیکن شادیوں کے رسم ورواج پر قرآن کی تعلیم کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

مولانا محمد علی صاحب ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ یہ بانی سلسلہ احمدیہ کا پیدا کیا ہوا انقلاب ہے کہ مسلمانوں میں بھی قرآن سمجھنے کا رواج شروع ہوا، ورنہ:

"پہلے تو قرآن سے غفلت حد کو پہنچ چکی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی دینی درسگاہوں میں قرآن کریم کا درس نہ ہوتا تھا۔ فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق، ادب وغیرہ سب کچھ وہاں پڑھایا جاتا تھا۔ لیکن اگر پڑھایا نہ جاتا تھا تو قرآن کریم نہ پڑھایا جاتا تھا۔ کاش! لوگ دیکھیں اور غور کریں کہ وہ شخص جس نے اپنوں اور غیروں کے دلوں میں قرآن کریم کے ساتھ اس قدر عشق پیدا کر دیا، کیا وہ دجال اور کاذب ہو سکتا ہے؟ خدا سے ڈرو۔ ایک کاذب کے اثر اور کوشش سے ہرگز یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی ہے!"(پیغام صلح، ۴ نومبر ۱۹۴۰ء)

دوسری ایک تحریر حضرت مرزا صاحب کی میں آپ کو ان کی ابتدائی کتاب "ازالہ اوہام" سے سناتا ہوں:

"جاننا چاہیے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر یک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یورپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم و ساکت ولاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر یک زمانہ کے خیالات کو مقابلہ کرنے کے لئے مُسلّح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامّہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ فقط بلاغت و فصاحت ایسا امر نہیں ہے جس کی اعجازی کیفیت ہر یک خواندہ ناخواندہ کو معلوم ہو جائے کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود و معارف و دقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علم قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔

اے بندگان خدا! یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود و معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر یک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفہ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔"(صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۹)

آپ دیکھیں کہ قرآن کریم کو مسلمانوں نے تو ایک بند کتاب بنایا ہوا تھا۔ جس کا تمام علم ایک مالٹے کی طرح نچوڑ کر تو پرانی تفاسیر میں نکال لیا گیا تھا اور اب وہی نکلا ہوا جوس پیا جا سکتا تھا مگر حضرت مرزا صاحب نے اسی کتاب کو کھول دیا اور بتایا کہ اس کے اندر غیر محدود علم موجود ہے جو ہر زمانہ میں اس کی ضروریات کے مطابق نکالا جا سکتا ہے اور مزید حیرت کی بات ہے کہ آپ نے یہ اصول بھی قرآن کریم سے نکالا یعنی یہ آیت وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ

مَّعۡلُوۡمٍ (۲۱:۱۵) جس طرح اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کے خواص نکلتے آتے ہی اور کبھی ختم نہیں ہوتی اسی طرح ہی اس کے کلام میں جو صداقتیں ہیں جو بھی کبھی نہیں ختم ہوں گی۔

اسی کتاب "ازالہ اوہام" میں آپ نے لکھا کہ مغربی دنیا نے اسلام پر اعتراضات کا ایک ذخیرہ جمع کیا ہوا ہے اور ان کی تردید کا طریقہ یہی ہے کہ

"اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر اُن کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہر گز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (صفحہ ۷۷۳)

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام میں اس قدر صداقت کی روشنی چمک رہی ہے اور اس قدر اس کی سچائی پر نورانی دلائل موجود ہیں کہ اگر وہ اہل تحقیق کے زیر توجہ دلائی جاویں تو یقیناً وہ ہر یک سلیم العقل کے دل میں گھر کر جاویں۔ لیکن افسوس کہ ابھی وہ دلائل اندرونی طور پر بھی اپنی قوم میں شائع نہیں چہ جائیکہ مخالفوں کے مختلف فرقوں میں شائع ہوں۔" (صفحہ ۷۷۴)

اب اس تحریر میں جو آپ کا دعویٰ ہے کہ "یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے" یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی اور جس سے آپ کا منجانب اللہ ہونا اور نیز جماعت احمدیہ لاہور کی صداقت ثابت ہوئی۔

آپ کی اپنی قوم یعنی مسلمانوں نے تو کوئی توجہ نہ دی، بہر حال جماعت احمدیہ ترقی کرتی گئی اور ۶ سال بعد ۱۸۹۷ء میں مولانا محمد علی صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۰ء میں اپنی زندگی وقف کر کے تو جماعت کے انگریزی تحریری اور انتظامی کاموں میں

ترجمہ قرآن کریم کا انگریزی جو ایک نان مسلم محمد اسد صاحب نے کیا۔ The message of Quran تو اس میں آپ علمی آدمی تھے۔ علمی تفسیر جو ہے وہ بھی کافی لمبی ہے۔ اس میں تفصیلی ہے لیکن اس میں خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے ہر جو اختلافی مسئلہ تھا۔ جس میں مولانا محمد علی صاحب نے مسلمانوں کے خلاف رائے دی ہوئی ہے - ۔ انہوں نے ہر جگہ حضرت مولانا محمد علیؒ کی رائے دی

خدمت کرنے لگے۔

1902ء میں آپ ماہانہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز (Review of Religions) کے ایڈیٹر مقرر ہوئے یہ رسالہ مغربی ممالک میں جانے لگا اور ہندوستان کے انگریزی خوان مسلمان بھی اسے پڑھنے لگے تو تب جماعت احمدیہ کے اندر اور بعض دیگر مسلمانوں میں بھی یہ احساس پیدا ہونا شروع ہوا کہ کسی مسلمان کی طرف سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مع تفسیر ہونا چاہیے۔ حضرت مرزا صاحب تو ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے۔ اس کے ایک سال بعد مولانا محمد علی صاحب نے قادیان میں یہ تجویز پیش کی کہ آپ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ شروع کریں۔ اس کام میں آپ خاص طور پر تفسیری نوٹ لکھنے کے لئے حضرت مولانا نور الدین صاحب سے ہدایات لیتے تھے۔ آپ نے اس ترجمہ کے دیباچہ میں بھی ذکر کیا ہے اور بعد کے اُردو ترجمہ 'بیان القرآن' کے دیباچہ میں بھی کہ آپ نے قرآن کا فہم و علم و معارفت اور خدمت کا شوق حضرت مرزا صاحب سے پایا اور حضرت مولانا نور الدین ؓ کے زیر ہدایت یہ کام کیا۔

'بیان القرآن' کی تکمیل پر آپ نے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:

"مجھے یقین ہے کہ آج میری طرح نہ صرف اور بہت سے میرے احباب کی روح کو لذت حاصل ہوتی ہو گی بلکہ حضرت مولوی (نور الدین) صاحب مرحوم کی روح، اور پھر اس مقدس انسان کی روح، جس نے یہ لکھا کہ انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر کا شائع کرنے کا کام مجھ سے ہو سکے گا یا اس سے جو میری شاخ ہے، اور یوں مجھے کھلے الفاظ میں اپنے ساتھ نسبت فرزندی دی۔ آج یقیناً ان کی روحوں کو بھی اس کام سے خوشی پہنچتی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بڑی بڑی برکات نازل کرے جنہوں نے مجھے اس راہ پر ڈالا اور مجھے اس کام کے قابل بنایا۔" (پیغام صلح، ۷ اپریل ۱۹۲۳)

عرصہ دراز بعد آپ نے ایک جمعہ کے خطبہ میں مولانا نور الدین

صاحب کے متعلق فرمایا:
”یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ان دنوں بھی ان سے قرآن مجید سیکھنے کا موقعہ ملا، جب وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے ۔ میں انہیں انگریزی ترجمہ و قرآن مجید کے نوٹ سنایا کرتا تھا۔ وہ بہت بیمار تھے اور اس بیماری کی حالت میں بھی انتظار کرتے رہتے تھے کہ کب آئے گا محمد علی ؟ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہی نور الدین، جو بہت بیمار تھا، وہ ایک نوجوان کی طرح ہو جاتا۔ ان کے عشق قرآن کا ہی نتیجہ وہ کام ہے جو میں نے خدمت قرآن کے رنگ میں کیا۔“ (پیغام صلح، ۲۸ اپریل ۱۹۴۳)

ابھی انگریزی ترجمہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ مارچ ۱۹۱۴ء میں مولانا نور الدین صاحب کی وفات ہوگئی اور جماعت احمدیہ میں اختلاف پیدا ہونے پر مولانا محمد علی صاحب بسر و سامانی کی حالت میں لاہور آگئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی ۔ اس ترجمہ کی طباعت اور اشاعت اس انجمن کے ذمہ میں آئی جس کے پاس اس وقت نہ کوئی پیسہ، نہ کوئی بلڈنگ، نہ کوئی کارکن، اور نہ کوئی جائیداد تھی۔ اس ترجمہ و تفسیر کا حجم اتنا بڑا تھا کہ اتنے زیادہ صفحوں کو ایک جلد میں چھپوانے کی مشینیں ہندوستان میں موجود ہی نہیں تھیں اور انگلینڈ میں چھپوانا پڑا جہاں خواجہ کمال الدین صاحب نے ۱۹۱۳ء میں شہر ووکنگ میں اسلامی مشن قائم کیا تھا اور اسے چلا رہے تھے۔

یہ ترجمہ ستمبر ۱۹۱۷ء میں چھپ کر، ۵۰۰۰ کی تعداد میں نکلا۔ اس پر ۱۵۰۰ پاؤنڈ کی لاگت آئی جو موجودہ زمانہ کے حساب سے ایک لاکھ پاؤنڈ بنتی ہے۔ اس طرح یہ مغربی دنیا میں کسی مسلمان کا سب سے پہلا انگریزی ترجمہ تھا اور اس کی کاپیاں لاہور دو ماہ بعد، نومبر ۱۹۱۷ء میں پہنچیں۔ اس سے پیشتر ہندوستان میں مسلمانوں کے کیے ہوئے تین انگریزی تراجم شائع ہو چکے تھے لیکن وہ نہایت محدود پیمانے پر شائع ہوئے اور عام تقسیم میں کبھی بھی نہ آئے۔ نہ ہی وہ ترجمہ کرنے والے عالم دین تھے۔ اس لئے عملی طور پر مولانا محمد علی صاحب کا ترجمہ مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا ہی انگریزی ترجمہ تھا، اور مغرب میں شائع ہونے کے لحاظ سے تو تھا ہی کسی مسلمان کا سب سے پہلا ترجمہ۔

12 سال تک یہ مسلمانوں کی طرف سے واحد انگریزی ترجمہ مع تفسیر دستیاب رہا۔ ۱۹۳۰ء میں ایک انگریز مسلمان پکتھال (Pickthall) کا ترجمہ نکلا۔ یہ کافی مشہور ہے۔ اس میں تفسیر نہیں ہے۔ یہ صاحب ترجمہ کا مسودہ مکمل کر کے مصر گئے کہ اشاعت سے پہلے کسی عرب کے ساتھ مل کر اس کی چیکنگ کر لی جائے ۔ جو مشکلات انہیں پیش آئیں ان کی داستان انہوں نے خود لکھی تھی ۔ لکھتے ہیں کہ وہاں مجھے پتہ چلا کہ کئی علماء قرآن کا ترجمہ کر کے اسے شائع کرنے کو حرام سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے کوئی چیک کرنے کو تیار نہیں ہو گا۔ پکھتال صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس سے چند سال قبل جب مولانا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمۃ القرآن مصر پہنچا تو اس کو مسجد الازہر کے صحن میں لوگوں کے سامنے جلا دیا گیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ ایک احمدی کا ترجمہ تھا۔ اس لئے کہ وہ ایک مسلمان کا ترجمہ تھا اور مسلمان کے لئے حرام سمجھا گیا کہ وہ قرآن کا ترجمہ شائع کرے۔

بہر حال وہاں کے اخبارات میں بحث و مباحثہ کے بعد یہ مان لیا گیا کہ قرآن کا ترجمہ کرنا اسلام کے مطابق جائز ہے۔ مگر جب پکھتال صاحب کا ترجمہ انگلینڈ میں شائع ہوا، تو علماء الازہر نے اسکی چیکنگ کروائی اور فیصلہ صادر کیا کہ زبان کے لحاظ سے اس میں اغلاط ہیں اور یہ اس قابل نہیں کہ مصر میں شائع کرنے کی اجازت دی جائے۔ پکھتال صاحب لکھتے ہیں کہ الازہر کے چیک کرنے والوں کو انگریزی زبان بخوبی آتی ہی نہیں تھی، اور اس وجہ سے انہوں نے ترجمے کو بعض مقامات پر درست نہ سمجھا۔

پکھتال کا ترجمہ جب شائع ہوا تو ایک عیسائی رسالہ 'مسلم ورلڈ' (The Moslem World) نے اپنی جولائی ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں اس کا ریویو شائع کیا جس میں اس کا مقابلہ مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ سے کیا گیا اس سے ریویو نے یہ نتیجہ نکالا کہ پکھتال کا ترجمہ مولانا صاحب کے ترجمے سے انتہائی مشابہت رکھتا ہے اور بعض جگہ تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود کوئی خاص کام ہی نہیں کیا اور مولانا صاحب کے ترجمے میں صرف ردو بدل کی ہے اور انہیں مولانا صاحب کا ممنوں ہونا چاہیے۔

پکھتال کے ترجمے کے ۸ سال بعد یہیں لاہور میں عبد اللہ یوسف علی صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن مع تفسیر شائع ہوا۔ ان دنوں یہ صاحب اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے اور علامہ اقبال کی تجویز پر بنائے گئے تھے۔ ہماری جماعت کے بزرگ اور جنرل سیکرٹری مرزا مسعود بیگ صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ یوسف علی صاحب ترجمہ کے کام کے دوران اس کو احمدیہ بلڈنگز کے دفتر بھیج کر تو چیک کروایا کرتے تھے کہ جو میں نے اس کا شاعرانا زبان میں ترجمہ کیا ہے وہ عربی کے مطابق ہے یا نہیں۔ تو یہ ترجمہ بھی مولانا محمد علی صاحب کا ممنوں ہوا۔

1980ء کے بعد یعنی ترجمان عبد اللہ یوسف علی صاحب کی وفات کے تیس سال بعد بعض اسلامی اداروں نے یوسف علی کے ترجمہ اور نوٹس میں اپنی رائے کے مطابق ترمیم کر کے شائع کرنا شروع کیا۔ ایک ایڈیشن

سعودی عرب میں سرکاری طور پر شاہی فرمان کے مطابق شائع ہوا جس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "ہم نے عبد اللہ یوسف علی کا ترجمہ لے کر اس کی ترمیم و اصلاح کی ہے اور اغلاط کو درست کیا ہے اور بطور ہمارا approved ترجمہ اسے شائع کیا ہے۔ ہمارے پاس نہ اتنا وقت تھا نہ محنت کرنے کا موقع کہ ہم از سر نو قرآن کریم کا خود ترجمہ کرتے"۔ حیرت کی بات ہے، کہ اتنے وسیع وسائل والی ریاست اور وہ قرآن کریم کا ترجمہ اپنی طرف سے نہیں کروا سکتے! بہر حال، اس وقت آپکو دکانوں میں جو بنام عبد اللہ یوسف علی کے ترجمے ملتے ہیں، وہ بعد کے ترمیم شدہ ہیں۔

قرآن کریم کا ایک اور انگریزی ترجمہ بمع تفسیر ایک یوروپین نو مسلم محمد اسد صاحب نے کیا جس کا نام The Message of the Quran ہے اور جو ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ ان کی تفسیر نہایت بلند علمی درجے کی ہے۔ اس کی ایک ابتدائی جلد ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی جو پہلی ۹ سورتوں میں مشتمل ہے۔ اس کی ایک کاپی جماعت احمدیہ لاہور کی دارالسلام کی لائبریری میں موجود ہے۔ اسکے ناشر کا نام مسلم ورلڈ لیگ یعنی رابطہ العالم الاسلامی دیا گیا ہے اور اندر اسد صاحب نے ان کے Sponsorship یا سرپرستی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ جب یہ جلد شائع ہوئی تو پھر رابطہ والوں کو علم ہوا کہ اسد صاحب نے کئی مقامات پر قرآنی آیات کی وہ تشریح کی تھی جو عامتہ المسلمین نہیں مانتے بلکہ ان میں بعض وہ تصورات ہیں جو احمدیوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طبعی اور قدرتی وفات پانا اور اسد صاحب کا یہ تحریر فرمانا کہ: "قرآن سے اس عام اور مقبول عقیدہ کی کہیں بھی تائید نہیں ملتی کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ حالت میں، جسمانی طور پر آسمان پر اٹھا لیا"۔ رابطہ نے سپانسر کے طور پر جتنی کاپیاں خریدی تھیں ان کو تلف کروا دیا۔

اس کے بعد اسد صاحب نے خود ہی اپنے ذاتی وسائل سے اس ترجمے کا کام جاری رکھا اور مکمل ترجمہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔

محمد اسد صاحب دوسری جنگ عظیم سے پہلے ہندوستان آئے اور تقسیمِ ہند کے بعد لاہور آ گئے۔ ان کی ملاقات مولانا محمد علی صاحب سے ہوتی رہی اور ایبٹ آباد میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد چند سال انہوں نے پاکستان کی وزارت خارجہ میں بھی کام کیا۔ میں نے ان کی انگریزی تفسیر قرآن سے آٹھ، نو مسائل کی نشاندہی کی ہے جہاں ان کی رائے مسلمانوں میں عام رائج نظریات کے برخلاف ہے اور مولانا محمد علی صاحب کی رائے سے متفق ہے۔ یہ مسائل ذیل کے ہیں: وفاتِ مسیح، کنیزوں سے جنسی تعلقات، فرشتوں کا مومنین کی تائید کے لئے نزول، انبیاء کے معجزوں کی حقیقت، حضرت ابراہیم کا آگ سے بچائے جانا، معراج، حضرت عیسیٰ کے معجزے، جہنم میں عارضی اور نہ ہمیشہ کی سزا، جن کیا ہوتے ہیں، اور قرآنی آیات میں ناسخ، منسوخ کا مسئلہ۔

آخر میں خاکسار مختصر طور پر جائزہ لیتا ہے کہ کس اعتبار سے حضرت مرزا صاحب کی بات پوری ہوئی کہ "یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"؟

(۱) اس ترجمہ نے قرآن کریم کے ترجمے کرنے کا دوسرے مسلمانوں میں بھی دروازہ کھول دیا۔ اس کو دیکھ کر ان کو بھی اس کام کا خیال پیدا ہوا اور ان کا حوصلہ بڑھا۔ اس ترجمہ نے وہ ذہنیت ہی بدل دی کہ قرآن کا ترجمہ شائع کرنا حرام و ممنوع ہے۔

(۲) بعد کے انگریزی کے تراجم نے اس ترجمہ کے طرز سے فائدہ اٹھایا جیسا کہ خود مولانا محمد علی صاحب نے اپنے نظر ثانی ایڈیشن جو ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا اس کے دیباچہ میں نوٹ کیا ہے۔

(۳) اس ترجمہ و تفسیر میں ان مسائل کو واضح کیا گیا ہے جن کی وجہ سے اسلام پر اعتراضات ہیں اور اسلامی دنیا میں انکے متعلق خود بھی غلط فہمیاں ہیں۔ مثلاً جہاد، مرتد کی سزا، عورتوں کے حقوق، جنت کا تصور۔

(۴) دنیا کے سب سے مشہور قرآن کریم کے انگریزی تراجم مولانا محمد علی صاحب کے ترجمے کے ممنون ہیں۔ پکھتال اور عبد اللہ یوسف علی کا تو ذکر آ چکا ہے۔ ایک اور انگریزی ترجمہ "شاکر" کے ترجمے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ترجمہ، سوائے چند مقامات کے، بالکل ہی مولانا محمد علی صاحب کے اول ایڈیشن کی بعینہ نقل ہے۔

محمد اسد تو تمام اختلافی مسائل میں، یعنی جن میں مولانا محمد علی صاحب جمہور مسلمانوں سے اختلافی تفسیر کرتے ہیں، مولانا صاحب کے موقف کی تائید کرتے ہیں اور اسد کا ترجمہ USA کی ایک بڑی اسلامی تنظیم CAIR مفت تقسیم کرتی ہے۔ اس تنظیم نے اس ترجمہ کا انتخاب اسکی تفسیر کی روشن خیالی کی وجہ سے کیا ہے، اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب USA میں لاکھوں لوگ، مسلمان اور غیر مسلمان، اہم اسلامی مسائل کی وہ تشریحات پڑھ رہے ہیں اور ان سے مستفید ہو رہے ہیں، جو مولانا محمد علی صاحب نے سو سال پہلے پیش کیں، اور جن پر علماء نے بڑے اعتراضات کئے، انکو محمد اسد صاحب کی تشریح تصور کرتے ہوئے قبول کر رہے ہیں۔۔

(فہرست مضامین)۔